يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَاقَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ (سورہ توبہ آیت ۷۴)

(ترجمہ) یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں انہوں نے نہیں کہا بے شک یہ کفر کی بات کہہ چکے ہیں اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔

مُعیدالِایمان

("بریلوی چو نہ بنیس" کی گستاخانہ عبارات کا تحقیقی جائزہ)

تالیف لطیف

پروفیسر خادم حسین قریشی مجدّدی

باہتمام

شاہ انجم بخاری

مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی (پاکستان) حیدرآباد



يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ سورہ توبہ آیت ۷۴

(ترجمہ) یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں انھوں نے نہیں کہا بے شک یہ کفر کی بات کہہ چکے ہیں اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔

مُعِید الایمان

("بریلوی چونہ بنیس" کی گستاخانہ عبارات کا تحقیقی جائزہ)

تالیف لطیف

پروفیسر خادم حسین قریشی مجددی

باہتمام

شاہ انجم بخاری

مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی (پاکستان) حیدر آباد

نام کتاب : معید الایمان ("بریلوی چونہ بنیس" کی گستاخانہ عبارات کا تحقیقی جائزہ)

مؤلف : پروفیسر خادم حسین قریشی مجددی 138525

باہتمام : شاہ انجم بخاری

ناشر : مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی (پاکستان) حیدر آباد، سندھ۔

پتا : (رابطہ) ۵۵۶۔ امانی شاہ کالونی، یونٹ نمبر ۱۱، لطیف آباد حیدر آباد، سندھ۔

طباعت : جمادی الاوّل / ۱۴۲۲ھ / اگست ۲۰۰۱ء

اشاعت : اوّل

کمپوزنگ : محمد مرتضیٰ میئو

بھٹائی کمپیوٹر کمپوزرس کھوکھر محلہ، حیدر آباد، فون: ۷۸۵۰۱۵

پریس :

قیمت :

ملنے کا پتہ

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ ہوم اسٹیڈ ہال۔ حیدر آباد
مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور
مکتبہ البصرہ، چھوٹکی گھٹی۔ حیدر آباد
مکتبہ قادریہ، جامع نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ، لاہور
مکتبہ نوریہ رضویہ ہوکٹوریہ مارکیٹ۔ سکھر
ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
مسجد غوث اعظم مولانا بلبل سندھ روڈ، لاڑکانہ
مختار پبلی کیشنز، ۲۵۔ جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی۔
کتب خانہ رضویہ، آرام باغ۔ کراچی

(نوٹ)

مجلس کی مطبوعات کی جملہ آمدنی مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی حیدر آباد کے لیے وقف ہے۔

انتساب

دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی کی صد سالہ
خدماتِ جلیلہ (۱۳۲۲ھ تا ۱۴۲۲ھ) کے نام!

جس کے بانی و اساتذۂ کرام اور فیض یافتگان نے اپنی فراستِ دینی سے بر صغیر کے مسلمانوں کے خلاف انگریز سامراج کی سازشوں کو ناکام بنادیا اور اسلام کے نظریاتی تحفظ کا عظیم الشان فریضہ سرانجام دیا۔

ہم اس قافلۂ حق کی ان روشن خدمات اور عظیم الشان جدوجہد! یعنی

تحفظ ناموس رسالت ﷺ
تحفظ ختم نبوت ﷺ
تحریک پاکستان اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ

کے سلسلے میں تمام شہدائے اہلِ سنت، علمائے کرام اور مشائخ عظام کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

ع : گر قبول افتد زہے عز و شرف

فہرست عنوانات

حرفِ تشکر

یہ مقالہ کبھی نہ لکھا جاتا، اگر گستاخانہ عبارات کی حمایت میں کتاب "بریلوی کیوں نہ بنا" تحریر نہ کی جاتی۔ کیوں کہ احقر راقم الحروف نہ کوئی عالم باکمال ہے اور نہ ہی ادیب وانشاء پرداز، یہ حقیر تو فقط مذہبیات کا ایک ادنیٰ سا طالب علم اور درِ رسول ﷺ کے غلاموں کی خاک پا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ تو اس حقیر کو لکھنے کا سلیقہ آتا ہے، اور نہ ہی اسے زورِ بیاں کا دعویٰ ہے، بلکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ جب بھی کچھ لکھنے بیٹھوں طبیعت جلد اکتا جاتی ہے۔ مگر جہاں تک پڑھنے کا تعلق ہے، بہت کچھ پڑھا، جو ضروری تھا وہ بھی جو غیر ضروری تھا وہ بھی۔ چناں چہ تمام مواد اوراق منتشرہ کی صورت میں خانۂ ذہن میں مستور رہا۔ مگر جب مذکورہ بالا کتاب پڑھی جذبات میں تلاطم پیدا ہوا، دلائل و شواہد کا ایک طوفان تھا جو ذہن میں اٹھ رہا تھا، مگر لکھے کون؟ مصنف کی بھونڈی تحقیق اور غلط طرز استدلال پر بار بار عجیب اضطرابی کیفیت طاری ہو جاتی، رہ رہ کر یہ خیال آتا کہ یا اللہ یہ کیسی علمی تحقیق ہے کہ جس کا ہدف ذات نبوی ﷺ ہے۔ کیا شیوۂ مسلمانی یہی ہے؟ کیا عظیم المرتبت محسن ﷺ کے احسانوں کا بدلہ یوں چکایا جا رہا ہے؟ کیا کسی غلام کی یہ مجال ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے عظیم آقا کی طرف یوں انگلی اٹھائے اور شہر بہ شہر اپنے دماغ کے اختراعی نقائص کو اس ہستی سے منسوب کرتا پھرے جسے اس کے رب نے ہر عیب سے پاک پیدا فرمایا۔

چناں چہ اسی اضطرابی کیفیت میں شب و روز گزرتے رہے کہ ایک دن فیصلہ ہو گیا کہ لکھنا ہے سو لکھنے بیٹھ گیا۔ شدید گرم موسم بھی سدِ راہ نہ بن سکا۔ نہ دن کا ہوش نہ رات کا آرام بس صرف ایک ہی دھن سوار کہ مقام مصطفےٰ ﷺ کا تحفظ کرنا ہے، شانِ اقدس پر لگائے گئے الزامات کو دور کرنا ہے اور ان طاغوتی قوتوں کی ناپاک کوششوں کو روکنا ہے جو ایک بار پھر نئے انداز سے سرگرم عمل ہو گئیں ہیں۔ لہٰذا اسی جذبہ سے سرشار لکھتا گیا، لکھتا گیا، جب ہوش آیا تو دیکھا مقالہ تیار ہے، خدا گواہ ہے کہ دیکھ کر یقین نہیں آتا تھا کہ یہ سب کچھ اس احقر نے لکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس تمام عرصے میں تائید ایزدی شامل حال رہی اور محسوس یہ ہوتا تھا کہ اس کام کو بارگاہِ نبوت میں قبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ چناں چہ جو کچھ لکھا انھی کے کرم

سے لکھا ورنہ کہاں مجھ جیسا غیر زبان، بے علم و بے نوا اور کہاں یہ خدمت، اللہ پاک کا بے حدو حساب شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ جیسے ناکارہ کو اپنے حبیب ﷺ کے غلاموں کے غلاموں کی صف میں شامل فرمایا، اور مجھے یہ توفیق عنایت کی کہ میں اس کے حبیب ﷺ کے فضائل و کمالات کی حمایت میں قلم اٹھا سکوں اور اس طرح اپنے ہی لیے توشۂ آخرت اور بخشش کا سامان مہیا کر سکوں۔ میرا کوئی بھی عمل اس قابل نہیں کہ میں اسے بطور افتخار اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر سکوں، سوائے اس کے کہ مجھے اللہ کے حبیب حضور سرور کائنات ﷺ سے شدید محبت ہے اور اسی محبت نے مجھے اس خدمت کا موقع فراہم کیا۔ احقر اس وقت کا منتظر ہے، جب روز محشر دیکھنے والے دیکھیں گے کہ ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین۔

میں اپنے عزیز دوست پروفیسر شاہ انجم بخاری سید، استاد شعبۂ اردو و مدیر "المصداق" کا نہایت ممنون ہوں (من لایشکر الناس لایشکر اللہ) کہ جنھوں نے میری توجہ اس کام کی طرف مبذول کروائی اور نہ صرف میری ٹوٹی پھوٹی تحریر کی نوک پلک درست کی بلکہ اس کو "مجلس شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ" کے زیر اہتمام شایع کرنے کا بھی انتظام فرمایا اور تمام اشاعتی مراحل کی بڑی جانفشانی کے ساتھ محض عشق مصطفےٰ ﷺ کے جذبے سے سرشار ہو کر ذاتی طور پر نگرانی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حبیب ﷺ کے صدقے دونوں جہانوں میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے آمین۔

خادم حسین قریشی مجددی
اُستاد شعبۂ اسلامی ثقافت و علوم اسلامیہ
گورنمنٹ کالج کالی موری حیدر آباد

دعوتِ فکر

از حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مظہری مدظلہ العالی

نکتہ چینیوں اور خردہ گیریوں کا سلسلہ ایک صدی سے زیادہ عرصے سے جاری ہے۔ علمائے حق کی طرف سے اعتراضات اور الزامات کے برابر جواب دیئے جارہے ہیں مگر اعتراضات کرنے والے اور الزامات لگانے والے، اعتراضات والزامات برابر دہرائے جارہے ہیں ــــــ دلائل و شواہد پیش کیے جائیں تو قائل ہو جانا چاہیے ــــــ ضد حث سے ہماری توجہ دشمنان اسلام ہنود و یہود اور نصاریٰ سے ہٹ کر دوسری طرف لگ جاتی ہے اور (ان سے دشمنانِ اسلام کے خلاف) تبلیغ دینِ متین کا کام رک جاتا ہے ــــــ اب وقت آگیا ہے کہ ہم علمائے حق کی باتوں کو تسلیم کر کے متحد ہو جائیں، ماضی کی غلطیوں کا اعادہ نہ کریں، جن حضرات نے غلطیاں کی ہیں، ان کو ان کے حال پر چھوڑ کر دست کش ہو جائیں اور یکسو ہو کر ایمان کی حفاظت کریں۔

مدت سے یہ سلسلہ جاری ہے، ایک طرف علمائے اہل سنت ہیں اور دوسری طرف ان کے مخالفین، (وہ بھی انھیں سے ٹوٹ کر اور انھیں کو چھوڑ کر گئے ہیں) ــــــ ان کی شکایت یہ ہے کہ "علمائے اہل سنت حضور انور ﷺ کی شان کیوں بڑھاتے ہیں؟" اور علمائے اہل سنت کی شکایت یہ ہے کہ ان کے مخالفین" حضور اکرم ﷺ کی شان کیوں گھٹاتے ہیں؟" ــــــ شکایتیں تو اور بھی ہیں مگر بڑی شکایت یہی ہے ــــــ قرآن کریم کی روشنی میں ہم ان کی شکایات کا فیصلہ خود کر سکتے ہیں۔ قرآن حکیم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ محبوبوں اور پیاروں کی شان بڑھانا سنتِ الٰہی ہے اور شان گھٹانا، ابلیس لعین، کفار و مشرکین

اور یہود و نصاریٰ کی عادت ہے ـــــ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جب بھی دونوں کا مقابلہ ہوتا ہے تو علمائے اہلِ سنت ایسی آیات واحادیث تلاش کرتے ہیں جن میں حضور انور ﷺ کی رفعت شان کا ذکر ہو اور ان کے مخالفین ایسی آیات واحادیث تلاش کرتے ہیں جن سے وہ اپنے خیال کے مطابق حضور سید عالم ﷺ کی شان گھٹا سکیں ـــــ دونوں حضرات کی فکر کی بلندیوں اور پستیوں کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں ـــــ حقیقت میں محبت کی فطرت یہ ہے کہ وہ نہ محبوب کی عیب جوئی کرتی ہے نہ اس کی شان میں وہ خردہ گیری پسند کرتی ہے۔ یہ محبت کی فطرت کے خلاف ہے ـــــ وہ تو ہر حال میں محبوب کی تعریف و توصیف سننا پسند کرتی ہے ـــــ آپ خود فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ کس کا انداز فکر محبت کی فطرت کے مطابق اور کس کا انداز فکر محبت کی فطرت کے خلاف ہے ؟

محبت کرنے والے وہی ہیں جن کو اہلِ سنت و جماعت کہا جاتا ہے، یہی حضرات حضور انور ﷺ، اہلِ بیتِ اطہار، ازواجِ مطہرات، صحابہ کبار، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، محدثین، رضی اللہ عنہم اور حضراتِ اہل اللہ رحمہم اللہ سب سے محبت کرتے ہیں، وہ صرف نفرت کرنے والوں سے نفرت کرتے ہیں ـــــ غور فرمائیں گے تو یہ تاریخی حقیقت سامنے آئے گی کہ ایک دو فرقوں کے علاوہ سارے فرقوں کے اکابر یا اکابر کے اجداد اسی صراطِ مستقیم اور دین حنیف پر تھے جس کو اہلِ سنت و جماعت کہا جاتا ہے ـــــ دنیا کے سارے دشمنانِ اسلام سنی حکومتوں یا سنی عوام کے دشمن ہیں ـــــ ایک انگریز نو مسلم ڈاکٹر محمد ہارون نے اس روشن حقیقت کو دیکھتے ہوئے برملا کہا کہ، "سنی اسلام ہی سچا اسلام ہے، کہ سارا عالم ہی اس کا دشمن ہے، سارے عالم کو اسی کے جذبہ ایمانی اور جذبہ حریت سے خوف ہے ـــــ"

اس وقت عالمی سازش کے تحت نئے نئے فرقے ابھر رہے ہیں اور فکر و نظر میں انتشار کا سیلاب عظیم امنڈ رہا ہے، ہر فرقہ افرادی قوت، اہل سنت ہی سے حاصل کر رہا ہے، ہم جانے والوں کو سمجھانے کے بجائے چھوڑتے چلے جاتے ہیں، یہ دانائی و حکمت کے خلاف ہے ـــــ اپنی کھوئی ہوئی متاع کس کو عزیز نہیں ہوتی، ہر شخص حاصل کرنے کی آرزو رکھتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ واپس مل جائے ـــــ ہم کو بھی کوشش کرنی چاہیے کہ ہماری افرادی قوت ہم کو واپس مل جائے اور ہم متحد ہو جائیں، پھر دنیا اہلِ سنت و جماعت کی وہی شان و شوکت دیکھے جو ایک ڈیڑھ صدی قبل سلطنت عثمانیہ کی صورت میں دیکھ چکی ہے۔

آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ وازواجہ واصحابہ وسلم۔

۷ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ / ۹ مارچ ۱۹۹۵ء

محمد مسعود احمد عفی عنہ

(علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی مدظلہ العالی کی کتابِ مستطاب "سیاہ و سفید" کی تقدیم سے اقتباس)

مقدمہ

الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین٥

میرے رفیق کار، عزیزم پروفیسر خادم حسین قریشی صاحب کا زیر نظر مقالہ ایک عاشق صادق کے دل کی سچی تڑپ کا نتیجہ اور ''با محمد ہوشیار'' کا مظہر ہے۔ اس مقالے کا عنوان راقم الحروف نے ''معید الایمان'' تجویز کیا ہے۔☆

☆یہ امر اہلِ علم سے تو ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ ''معید الایمان'' شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے خانوادے کے ایک جلیل القدر عالم مولوی شاہ مخصوص اللہ دہلوی علیہ الرحمہ کی کتاب مستطاب کا نام ہے۔ مولوی مخصوص اللہ، وہابی تحریک کے سربراہوں ''شاہ محمد اسماعیل' اور' مولوی عبدالحئی بڈھانوی' کے وہابیانہ رجحانات کے شدید مخالف تھے، انھوں نے 'تقویت الایمان' کے جواب میں 'معید الایمان' لکھی تھی''۔

شاہ مخصوص اللہ کے احوال میں حکیم محمود احمد برکاتی رقم طراز ہیں کہ :

''فرزند شاہ رفیع الدین، مدرسہ رحیمیہ کے عالی مرتبت مدرس، شاہ عبدالغنی فاروقی مجددی کے استاذِ گرامی، تعلیم وتربیت والدِ ماجد اور دونوں چچاؤں سے حاصل کی۔ بیعت شاہ عزیز سے سلسلۂ قادریہ میں کی ۰۰۰ ۱۷۹۷ء سے شاہ عزیز کی وفات تک مسلسل پچیس (۲۵) سال ان کے درس قرآن کی مجالس میں تلاوت قرآن مجید کرتے رہے ۰۰۰ منشی محمد جعفر تھانیسری نے سوانح احمدی میں شاہ مخصوص اللہ کو سید احمد شہید کے مریدین میں محسوب کیا ہے، یہ افترا محض ہے، ۰۰۰۰ وہ جامع دہلی کے تاریخی مناظرے کے نہ صرف

زیرِ نظر مقالے میں تحقیق کے لوازم کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ ہر بات مستند حوالے سے کہی گئی ہے۔ جہاں تردید کی ضرورت پیش آئی، وہاں مؤلف نے مستند آثار و اخبار سے اپنے موقف کو مؤید کیا ہے۔ مقالے پر ایک نظر ڈالتے ہی اس کی جو خوبیاں نظر میں آتی ہیں ان میں عنواناتِ متن، حواشی و تعلیقات، کتابیات، طرزِ استدلال، سلاستِ بیان اور متین اندازِ تحریر، خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہ خوبیاں ایسی ہیں جو کسی بھی مقالۂ علمی کو منفرد و معتبر بناتی ہیں۔

مذکورہ خصوصیات کے علاوہ زیرِ نظر مقالے کی سب سے اہم خوبی اس کا موضوع ہے،

شریک بلکہ پرجوش فریق تھے ۰۰۰ شاہ مخصوص اللہ کا وصال ۱۳ ذی الحجہ ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۶-۵ء) کو ہوا۔ اپنے آبائی مقبرے مہندیوں میں دفن کیے گئے۔ اس خاندان کی تاریخ اب تک اہلِ حدیث کے ہاتھوں میں رہی ہے، اس لیے شاہ مخصوص جیسے بزرگوں کے سوانحِ حیات کے بیش تر گوشے خلمت میں ہیں، کہاں عقد ہوا تھا؟ جسمانی یادگاریں کتنی چھوڑیں؟ کوئی تفصیل بھی معلوم نہ ہو سکی"۔

[تمافتہ الوہابیہ از مفتی عبدالحفیظ۔ آگرہ حوالہ مولانا حکیم محمود احمد برکاتی، 'شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان' بار اول، دہلی، مکتبہ جامعہ، ۱۹۹۲ء، ۱۲۶]

راقم الحروف نے مولوی مخصوص اللہ کی کتاب معطاب کا ذکر بارہا اُستاذی ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم (متوفی ۱۳ فروری ۲۰۰۱ء) سے سنا، کہ یہ کتاب ان کے ذخیرۂ نوادرات میں محفوظ ہے۔ راقم الحروف نے جب اسے دیکھنے اور دوبارہ شائع کرنے کا اشتیاق ظاہر کیا تو خوش ہو کر کہنے لگے "کیوں نہیں علمی نوادرات اسی طرح ضائع ہونے سے بچ سکتے ہیں کہ عکسی اشاعت کے ذریعے انھیں محفوظ کر دیا جائے۔ لیکن ابھی وہ کتاب دست رس میں نہیں ہے پھر کسی وقت دکھائیں گے"۔ اب خدا جانے ان کے انتقال کے بعد دیگر نوادرات کے ساتھ ساتھ اس نایاب کتاب پر بھی کیا بیتی۔

قبلہ حکیم صاحب مدظلہ نے اپنی کتاب کے انھی صفحات پر جامع مسجد دہلی کے تاریخی مناظرے کا کچھ حصہ بھی نقل کیا ہے، جس میں مولانا شاہ مخصوص اللہ نے مولوی عبدالحئی کو مناظرے کے ۱۳ ویں سوال (بدعت) پر گفتگو کرتے ہوئے ساکت کر دیا تھا۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔ اس طویل اقتباس سے مولانا شاہ مخصوص اللہ علیہ الرحمہ اور ان کی تالیف کا تذکرہ مقصود تھا کیوں کہ انھی بزرگ کی کتاب معطاب پر راقم الحروف نے زیرِ نظر مقالے کا نام تجویز کیا ہے۔ کیا معلوم کہیں سے اس کتاب کا سراغ مل جائے اور اسے دوبارہ لباسِ طباعت سے آراستہ کر کے اہلِ علم کے استفادے کے لیے پیش کر دیا جائے۔ چوں کہ اکابرینِ اہلِ سنت کی سینکڑوں کتابوں اور مخطوطات کو غائب کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ نئی کتابوں کے ساتھ ساتھ اکابرین کی فراموش کردہ اور غائب کردہ کتابوں سے بھی دنیا کو متعارف کرایا جائے اس سلسلے میں کسی کنجوسی کا مظاہرہ علم دشمنی کے ساتھ ساتھ اہلِ سنت و جماعت کے عظیم نقصان کا باعث بھی ہوگا۔ ناچیز شاہ انجم حاری عفی عنہ،

جو "ایمان بالرسالت" سے متعلق ہے۔ بلاشبہ تکمیلِ ایمان کے لیے نبی آخرالزماں ﷺ پر صرف زبانی اقرار کافی نہیں ہے بلکہ تصدیق قلب کی اشد ضرورت ہے اور تصدیق قلب، محبت و احترام کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ بایں ہمہ نبیِ محتشم ﷺ کی "تعظیم اور مدد" (الاعراف : ۱۵۷)، "تعظیم و توقیر" (الفتح : ۹) اطاعتِ رسول (النساء : ۸۔النور : ۵۶،۵۴) اور "اتباعِ سنت (الحشر : ۷) کے قرآنی احکام موجود ہیں، جو ہر کلمہ گو پر فرض ہیں۔ یہ احکام ہر مسلمان کو پابند کرتے ہیں کہ کسی صورت میں بھی اطاعتِ رسول اللہ ﷺ اور اتباعِ سنت سے منہ نہ موڑا جائے۔ موضوع کی نزاکت کے پیشِ نظر نیز افادۂ عام کی غرض سے اگر ذیل میں "ایمان بالرسالت" کے جمیع لوازمات کا ذکر کردیا جائے تو بے محل نہ ہوگا۔

> "رسالت کے جمیع لوازمات کو اعتقاداً و عملاً مانے بغیر محض اقرار یا کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے والا مسلمان نہیں ہوتا، آج کل جمیع لوازمات کے ماننے میں بعض مسلمان کی طرف غفلت پائی جاتی ہے، اور دشمنوں یعنی یہود و نصاریٰ وغیرہم کی طرف سے جدید تعلیم یافتوں میں خیالات کی آزادی اور عقلیت پسندی کے نام سے اور دینی حلقوں میں توحید وغیرہ کے خوشنما اور پرکشش نعروں سے لوازماتِ رسالت میں خصوصاً محبت، تعلیم، ادب اور توقیر کو کم کرنے بلکہ خلافِ شرع ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، حالاں کہ محبت، ادب و تعظیم جو کہ سارے دین کی بنیاد ہے، اس کے بغیر رسالت کے احکام ساقط ہوجاتے ہیں"۔

("ایمان بالرسول کے لوازمات" مولانا اقبال احمد صاحب خلیفہ ارشد مولانا محمد ذکریا کاندھلوی سنہ ندارد، یادگار پبلشرز، حیدر آباد، ص ۳)

جیسا کہ اوپر بیان ہوا قرآن حکیم ہمیں صرف اطاعتِ رسول ہی کا حکم نہیں دیتا بلکہ کامل اتباع کا بھی حکم دیتا ہے۔ اور فی الواقع اتباع مشروط ہے محبت، ادب اور احترام کے ساتھ کہ اس کے بغیر احکامِ رسول کا بجالانا، منافقانہ عمل تو ہوسکتا ہے، مگر "مطلوبہ اور

اصطلاحی اتباعِ سنت نہیں"۔ (ایضاً ص ۳۱) بلکہ ایسا عمل "دیگر مصالح و اغراض کے تحت" ہی ہوتا ہے"۔ (ایضاً ص ۳۱) اس ضمن میں ذیل کی عبارت ایسے نادان لوگوں کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے:

"... آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے محبت کے بغیر اتباعِ سنت کے دعویداروں کا نیا فتنہ زور پکڑ رہا ہے جو کہ یہود کی سازش ہے، جس میں سادہ لوح مسلمان ملوث ہو رہے ہیں"۔

(حاشیہ بر صفحہ ۳۱، بحوالہ ایضاً ص ۳۱)

اس عبارت کو بہ غور ملاحظہ کیا جائے اور سچے دل سے فیصلہ کیا جائے، کیا ہمارے ارد گرد ایسے سادہ لوح مسلمان موجود نہیں ہیں جو اپنی سادگی اور کم فہمی کے سبب مذکورہ گھناؤنی سازش میں نادانستہ گرفتار ہوتے جا رہے ہیں۔

اب تک تحریر کردہ بیانات سے یہ بات بخوبی سامنے آجاتی ہے کہ اقرارِ رسالت اور اطاعتِ رسول ﷺ کے لیے زبانی دعوے تو آسان ہیں جیسا کہ اکثر منافقین اس کا عملی مظاہرہ بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن حبِ رسول ﷺ اور تعظیمِ حبیب ﷺ کے بغیر اتباعِ کامل غیر ممکن ہے۔

اکثر مشاہدہ ہوا ہے کہ چند عیوب و نقائص کے باوجود ایک عام چاہنے والا بھی اپنے محبوب کے عیوب نہ بیان کرتا ہے اور نہ اس کا سننا ہی پسند کرتا ہے چہ جائیکہ ہمارے نبی محترم و محتشم ﷺ جو "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے مسلمہ مرتبے کے حامل ہیں اور جو اپنی جسمانی پیدائش میں بھی ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں، جو اپنے کردار میں بھی بے مثال ہیں، جو اپنی نبوت میں بھی بے نظیر ہیں، جو اپنے معجزات اور خصائصِ نبوت میں بھی "تنہا" ہیں، بقول اقبال۔

حسنِ یوسف ، دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

غور کیا جائے کہ جس کے خلق کو رب نے عظیم کہا (القلم: ۴) جس کے علم کو

رب نے "بہت بڑے فضل سے تعبیر کیا" (النساء : ۱۱۳) جو غیب کی خبریں بتانے میں بھی "بخیل نہیں ہیں" (التکویر : ۲۷) جسے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ (الانبیاء : ۱۰۷) جنھیں مقام محمود کی خوشخبری سے سرفراز کیا گیا۔ جسے مومنین کے لیے رؤف ورحیم بنایا گیا (التوبہ : ۱۲۱) جو اپنی تمام پیغمبرانہ خدمات کے صلے میں کسی اجر کے نہیں بلکہ صرف اپنی آل کی محبت ومؤدت کے خواہاں ہیں۔ (الشوریٰ : ۲۳) اور جس کے ذکر کو اللہ نے بلند کر دیا (الانشراح : ۴) تو کیا ایسے محبوبِ رب العالمین پر بھی کوئی بدنصیب اعتراضات کرنے کی جرأت کر سکتا ہے ؟ جی ہاں ! بعض ایسے بھی کوتاہ بین، بولہبی اور روسیاہِ ازلی ہیں جو اللہ کے حبیبِ لبیب ﷺ کی ذات شریف اور کمالاتِ نبوت پر معترض ہونے کی بدتر از گناہ گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ حبیب ﷺ جس کے ارشادت گرامی ہیں : الا وانا حبیب اللہ "غور سے سنو میں اللہ کا حبیب ہوں" (بہ حوالہ "ایمان بالرسول کے لوازمات" ص ۶) اور "میں تمہاری مانند نہیں"۔ (بخاری) اور جس کی حقیقت کا بہتر علم ربِ کعبہ ہی کو ہے۔ افسوس ! کیسے بدنصیبِ ازل ہیں وہ لوگ جو اس بارگاہِ بے کس پناہ میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں اور اپنی عمر بھر کی کمائی (تمام نیک اعمال بہ شمول، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد اور تبلیغی کاوشیں) ضائع کر بیٹھتے ہیں اور انھیں خبر تک نہیں ہوتی۔ (الحجرات : ۲)

الحمدللہ زیر نظر تالیف اسی سلسلے کی ایک روشن کڑی ہے۔ جو مقامِ رسالت ﷺ کے تحفظ کی خاطر ہندوستان میں پونے چار سو سال (۳۷۵) قبل شروع ہوئی۔ عہدِ اکبری کے نامور مؤرخ ملا عبدالقادر بدایونی (م ۱۰۰۶ھ) نے اپنی "منتخب التواریخ" میں، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (۹۵۸ھ۔۱۰۵۲ھ) نے اپنے مکتوبات اور تصانیف میں، امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (۹۷۱ھ۔۱۰۳۴ھ) نے اپنے مکتوبات میں، صاف طور پر لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اکبر اسلام سے منحرف ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے علمائے وقت اور شیوخ دہر نے اکبر کی خوشنودی کو اپنا دین بنا لیا تھا، کفر والحاد کو فروغ دیا جا رہا تھا۔ اور تو اور ان زندیقوں نے شراب نوشی کو مباح قرار دے دیا، نظریۂ الفی کے تحت دین اسلام کی پائندگی

پر ضرب لگاتے ہوئے دین اکبری وضع کر لیا اور جس کے نتیجے میں ہر طرف بدعات سئیہ کا دور دورہ ہونے لگا۔ ایسی تمام گمراہیوں کی تفصیل کے لیے پروفیسر محمد اسلم کی تالیف "دین الٰہی اور اس کا پس منظر" (بار اول دہلی، ندوۃ المصنفین ۱۹۶۹ء۔ طبع ثانی لاہور، جنوری ۱۹۷۰ء) ملاحظہ کی جائے۔

عہد اکبری کی ان تمام خرافات کو حضرت خواجہ باقی باللہ (۹۷۱ھ-۱۰۱۲ھ) کے تربیت یافتہ خلفاء اور علمائے راسخین بالخصوص حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ) و حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے اپنی دینی فراست سے ناکام بنا دیا اور مقامِ رسالت کا تحفظ کرتے ہوئے بے دینی اور بداعتقادی کے سیلاب کے سامنے جس مضبوطی سے بند باندھا، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج پاک و ہند میں دینِ اسلام اپنی اصل صورت میں جاری و ساری ہے۔

گویا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ) نے اپنے مکتوبات و تعلیمات اور امام اہل سنت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے اپنی تصنیفات و تالیفات کے ذریعے ہندوستان میں الحاد اکبری کے فتنے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ ان دونوں بزرگوں کی قلمی فتوحات نے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عرب و عجم کے مسلمانوں کو بھی مستفید کیا اور یوں اپنی مساعیِ جمیلہ سے خاص طور پر عہدِ اکبری کے تابوت فتن میں آخری کیل ٹھونک دی۔

ہر چند گاہے گاہے اسلام دشمن طاقتیں، دینِ اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کرتی رہتی ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

ایسی ہی تخریبی سازشیں اس وقت پھر عروج پر پہنچتی ہیں جب استعماریت نے ہندوستان پر اپنے حرص و ہوا کے پنجے گاڑھ رکھے تھے، اور اپنے سیاسی مقاصد کی بر آری میں اسلام کو رکاوٹ جانتے ہوئے اس کے بعض مسلمہ اصولوں کو منہدم یا تبدیل کرنے کی

سازشوں میں مصروف ہوگئے۔

اس بارے میں کسے شک ہوگا کہ انگریز ایک نہایت فطرتی قوم ہے لہٰذا اس بار اس کا طریقۂ واردات بھی از حد خطرناک تھا۔ اس نے اپنے مستشرقین کی مدد سے نام نہاد علمائے سو کو خریدا، انھیں طرح طرح کی، مراعات پیش کی گئیں، خطابات عطا کیے گئے اور علمی و ادبی کاموں کی سرپرستی کے ضمن میں بھاری عطیات دینے کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا۔

چناں چہ اول اول تحقیق کے نام پر ختمِ نبوت کی مسلمہ تعریف سے ہٹ کر بالکل نئی تعریف و تشریح کروائی گئی پھر اس تشریح کی مدد سے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کروا لیا گیا۔ کہیں وہابی تحریک کے ذریعے اصلاحِ دین کے نام پر مسلمانوں کے دلوں سے حبِ رسول کو ختم کرنے کی کوششوں کا آغاز کیا گیا۔ سوادِ اعظم کے عقائد اور سلف صالحین کے طریقوں کو ملامت کا نشانہ بناتے ہوئے انھیں شرک و بدعت قرار دیا گیا۔ سرحد میں تو وہابیہ کے امام المسلمین، مہدیِ موعود سید احمد شہید کی "بیعت نہ کرنے والے مسلمانوں کو کافر، منافق، باغی ایسے بے شمار خطاب ملے" (بحوالہ: مولانا شاہ حسین گردیزی: "حقائق تحریک بالاکوٹ"، ص ۹۹) اور سرحدی مسلمانوں کے اختلافِ عقائد اور عدم بیعت کے باعث اس وہابی تحریک سے الگ رہنا "نفاق و فساد کا نشان" قرار دیا گیا (ایضاً ص ۱۰۰) پھر اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ ان سے جہاد کرنے کو "جہاد کا اعلیٰ مرتبہ" گردانا گیا (ایضاً ص ۱۰۰)۔ آج بھی تاریخی حقائق گواہ ہیں کہ سرحد کے غیور حنفی سنی مسلمانوں نے اس وہابی یلغار کو کیسے ناکام بنایا۔

ادھر شمالی ہند میں جب انگریزوں کے پروردہ ان فتنہ پردازوں نے "امکانِ نظیر علیہ ﷺ" کا مسئلہ پیدا کیا تو خاتم الحکماء مجاہد جلیل علامہ فضلِ حق خیر آبادی (۱۷۹۷ء۔۱۸۶۱ء) نے "امتناع النظیر" میں اپنے دلائل قطعیہ سے ان انگریز پرور علماء کو ایسا ساکت کیا کہ جس کا آج تک جواب نہ ہو سکا۔

عزیزم صبیح رحمانی نے کس عمدگی سے اس عقیدے کی ترجمانی کی ہے:

کوئی مثل مصطفیٰ کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا
کسی اور کا یہ رتبا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

کسی وہم نے صدا دی کوئی آپ کا مماثل؟
تو یقیں پکار اٹھا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

اسی طرح تحفظِ ختم نبوت کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء) اور ولیِ کامل حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ (۱۸۵۹ء۔۱۹۳۷ء) نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اگر دیکھا جائے تو یہی حضرات تمام علمائے حق کے سرخیل نظر آتے ہیں۔ جن کی سرپرستی میں ہزاروں علماء و مشائخ نے بروقت اقدام کرکے اس (قادیانی) فتنے کا بھی سدباب کیا۔

الغرض خطرناک سے خطرناک حالات میں بھی سواد اعظم اہل سنت کے علمائے حق نے جس پامردی کا مظاہرہ کیا وہ یقیناً راہِ عزیمت کی روشن مثالیں ہیں۔ ہندوستان بھر میں ان انگریزی سازشوں کو بے نقاب کرنے کے لیے حنفیوں، سنیوں کے جو مراکز تھے ان میں فرنگی محل لکھنؤ، بدایوں، رام پور، حیدر آباد دکن، مدراس، پٹنہ، سورت، گجرات، علی گڑھ، خیر آباد، دہلی، اجمیر، سندھ، پنجاب، سرحد، کشمیر اور بریلی کے مدارس خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ چوں کہ یہ تفصیل کا محل نہیں ہے اسی لیے محض حوالے اور اشارے کے طور پر صوبوں اور شہروں کے نام پر ہی اکتفا کیا جارہا ہے۔ در حقیقت ان مدارس کی علمی و دینی خدماتِ جلیلہ کی بناء پر مشہور ہونے والے مذکورہ شہروں اور صوبوں کے نام ایسے ہیں جو بے اختیار نوک قلم پر آگئے ہیں ورنہ اس موضوع پر کاوش کی جائے تو ایسے بے شمار مراکز کی علمی و دینی خدمات پیشِ منظر میں آسکتی ہیں جن کے سرسری ذکر کے لیے بھی کئی دفتر درکار ہوں گے۔

سواد اعظم اہل سنت کے علمی و دینی مراکز کی نگہبانی کرنے والے جلیل القدر علمائے حق پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ علمائے حق وہ تھے جو حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تعلیمات کے امین تھے، جنھوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے چراغِ علم سے اپنے چراغ روشن کیے تھے، اور جنھوں نے علوم عقلیہ میں علامہ فضل امام اور علامہ فضلِ حق خیر آبادی جیسے نابغۂ عصر اور عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ سے فیض پایا تھا۔

افسوس تو یہ ہے کہ ان علمائے حق کی علمی و قلمی فتوحات کی کماحقہ اشاعت نہ ہو سکی، جیسی کہ وہابیہ کی کتابیں عام کی گئیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ یہ اکابرینِ اہل سنت اگر ایک طرف غربت، تنگ دستی، اور محدود وسائل کے شکار رہے تو دوسری طرف دولت برطانیہ کی امداد کثیر☆ سے پرورش پانے والی متعدد جماعتوں کے فتنوں کے خلاف بھی نبرد آزما رہے لہٰذا اس چومکھی لڑائی میں یہ نقصان تو اٹھانا ہی تھا۔ مقامِ شکر ہے کہ کم از کم احساسِ زیاں کا شعور تو بیدار ہوتا جارہا ہے۔ لیکن وہابیہ کے لٹریچر کی رفتارِ اشاعت سے موازنہ کیا جائے تو آج بھی صورتِ حال بہت زیادہ تبدیل نہیں ہوئی ہے۔ آج بھی اپنی غربت کے باوجود عوام اہلِ سنت ایک رات میں مذہبی جلسوں اور تقریبات پر جتنا چندہ صرف کر دیتے ہیں اگر اس کا نصف بھی اپنے اکابرین کی قلمی و نایاب کتب کی اشاعت پر صرف کرنا شروع کر دیں تو یقیناً صورتِ حال بہت بہتر ہو سکتی ہے۔

آج کل جدید تعلیم یافتہ طبقے میں تحقیق، روشن خیالی، اعتدال پسندی، تبلیغ و جہاد اور توحید کے خوشنما نعروں کی صورت میں ایسی ہی سازشیں پھر سے جڑ پکڑنے لگی ہیں اور عوام اہل سنت کے ایمان کو غارت کرنے کا باعث بن رہی ہیں تو ہماری ذمہ داری ہے کہ ان کے سدباب کے لیے کوئی بھی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں۔

فاضل مقالہ نگار اس تحقیقی جائزے کے لیے بجا طور پر تحسین کے مستحق ہیں کہ اس کے ذریعے انھوں نے مقام مصطفیٰ علیہ السلام کے تحفظ کرنے والے قافلے میں شرکت اختیار کی ہے، اور گستاخانِ رسول علیہ السلام کی اصلاح و تنبیہ کے لیے قلمی جہاد کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ

☆ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ مخالفین انگریزی امداد کے سلسلے میں اپنے قبیح فعل کو عوام سے چھپانے کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر اتہام لگاتے ہیں لیکن آج تک اپنے اس بہتان کے ثبوت میں ایک بھی تاریخی ثبوت پیش نہیں کر سکے، جس سے اعلیٰ حضرت کا حکومت برطانیہ سے کسی بھی قسم کا تعلق یا امداد کا ملنا ثابت ہوتا ہو۔
جب کہ اس بات کے تاریخی ثبوت موجود ہیں کہ مخالفین اعلیٰ حضرت نہ صرف گورنمنٹ انگلشیہ کے وفادار رہے ہیں بلکہ انھیں مالی تعاون بھی حاصل رہا ہے۔ "مکالمۃ الصدرین" (مصدقہ و مرتبہ علامہ شبیر احمد عثمانی باہتمام محمد ذکی دیوبندی، دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارن پور سنہ ندارد) سے بھی ہماری معروضات کی تائید ہوتی ہے۔ نیز تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب، "خون کے آنسو" از علامہ مشتاق احمد نظامی۔

ناچیز شاد انجم بخاری عفی عنہ۔

مجھے اور انھیں اس راہِ حق پر صبر و استقامت نصیب فرمائے۔ اور اس خدمت کو قبول فرماتے ہوئے اپنے حبیب کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے (آمین)۔

زیرِ نظر مقالہ گستاخانہ عبارات کے حمایتیوں کو یقیناً پسند نہیں آئے گا کیوں کہ انھوں نے تو اپنی آنکھوں پر بے جا عقیدت اور تعصب کی پٹی باندھ لی ہے۔ مقامِ غور تو یہ ہے کہ نبی محتشم ﷺ کی عزت و توقیر کے مقابلے میں انھیں چودھویں صدی کے مولویوں کی نام نہاد عزت عزیز ہے جس کی حمایت اور مدد کے لیے یہ عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کو "تنگ نظر"، "فرقہ پرست" کہتے ہیں، اور بھی جانے کیسے کیسے حرفِ ناشائستہ و غیر شریفانہ القابات ان پر چسپاں کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے رہتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس کا غم نہیں۔ ہمیں جتنا چاہو برا کہہ لو، اپنے دل کی بھڑاس نکال لو یعنی :۔

اور بھی چاہیے سو کہیے اگر
دل نا مہربان میں کچھ ہے

(دردؔ)

یا پھر :۔

جو چاہو سزا دے لو تم اور بھی کھل کھیلو
پر ہم سے قسم لے لو کی ہو جو شکایت بھی

(حسرتؔ)

لیکن! میرے سرکارِ ابد قرار کی شانِ اقدس میں مجھے ایک حرف بھی گوارا نہیں اور مجھے تو کیا یہ کسی بھی حبِ رسول ﷺ سے سرشار، عاشقِ صادق کو ہرگز ہرگز گوارا نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی، نبی کریم ﷺ کے لیے ان گستاخانہ عبارتوں کے استعمال کو درست جانتا ہے تو یقیناً وہ اپنے دعویٰ محبتِ رسول ﷺ میں سچا نہیں ہو سکتا نتیجتاً وہ ایمان بالرسالت کے قرآنی احکام کو کما حقہ پورا نہ کرنے کے باعث یقیناً کفر و نفاق کے مہلک مرض میں مبتلا ہو جائے گا۔ (عیاذاً باللہ)

بے شک قرآن حکیم کے بتلائے گئے راستے پر چلنے ہی میں عافیت ہے، کامیابی ہے، قرآن مجید فرقانِ حمید نے ہمیں ہدایت و عافیت کا یہ راستہ بخوبی سمجھایا ہے، "اور سچوں کے

ساتھ رہو" (التوبہ : ۱۹۹) اسی میں ہماری بھلائی ہے، ہماری فلاح ہے، اور اسی کے نتیجے میں ہماری نجات ہو گی انشاء اللہ۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم "سچوں" کے ساتھ رہیں اور ان کے قافلے میں شریک ہو جائیں۔

بلا شبہ سچوں کا یہ قافلہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین، شہدائے اسلام اور اللہ کے ولیوں کا قافلہ ہے، کسی کا بھی دامن تھام لو انشاء اللہ کامیابی مقدر ہو گی۔ کیوں کہ اس قافلے کا ہر فرد اللہ والا ہے جو یقیناً ہمیں اللہ کا بندۂ مطلوب بنانے میں معاون ہو گا۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے: "تلاش کرو اس (اللہ تعالیٰ) تک پہنچنے کا وسیلہ، اور جدوجہد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ" (المائدہ : ۳۵) حضرت مولانا پیر محمد کرم شاہ الازھری علیہ الرحمہ نے اس کی مندرجہ ذیل تفسیر فرمائی ہے:

"ایمان، نیک اعمال، عبادات، پیرویِ سنت اور گناہوں سے بچنا یہ سب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں اور مرشد کامل جو اپنی روحانی توجہ سے اپنے مرید کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار دے۔ دل میں یادِ الٰہی کی تڑپ پیدا کر دے اس کے وسیلے میں کون شبہ کر سکتا ہے۔۔۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں 'وسیلہ' سے مراد بیعت مرشد ہے۔ (قول جمیل)، اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے شاہ اسماعیل صاحب دہلوی کو بھی لکھنا پڑا۔۔۔ [فارسی عبارت محذوف] (صراط مستقیم) یعنی سالکانِ راہ حقیقت نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے۔ پس حقیقی کامیابی اور کامرانی حاصل کرنے کے لیے مجاہدہ وریاضت سے پہلے تلاشِ مرشد ازبس ضروری ہے"۔

اس آیت کا دوسرا حصہ ہمیں بتاتا ہے کہ "اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے تقویٰ اختیار کرنے، وسیلہ تلاش کرنے کے علاوہ ہر دم مصروفِ جہاد رہنا بھی ضروری ہے۔ جہادِ اصغر بھی اور جہادِ اکبر بھی۔

کفار سے بھی اور نفسِ امارہ سے بھی، اور ان تمام نظریات اور افکار سے
بھی جو کسی حیثیت سے اسلامی عقائد اور مسلمات سے ٹکراتے ہیں۔
تب جا کر فلاح و کامرانی نصیب ہوتی ہے"۔

[پیر محمد کرم شاہ الازہری: "تفسیر، آیت ۳۵: المائدہ، ضیاء القرآن، جلد اول، طبع پنجم، لاہور، ص ۴۶۶]۔

مندرجہ بالا آیت ربانی کی تشریح و توضیح کی روشنی میں اگر ہم دیکھیں تو زیرِ نظر مقالے سے عین قرآنی احکامِ جہاد کا منشا پورا ہوتا نظر آئے گا۔

چونکہ زیرِ نظر مقالے کی تحریک جس گمراہ کن کتاب ☆ سے ہوئی وہ سندھی زبان میں

☆"بریلوي چو نہ بنیس" پروفیسر حافظ غلام محمد میمن، معلوی بہار اول، حیدر آباد، ۲۰۰۰ء،

یہاں یہ باور کراتا چلوں کہ زیرِ نظر تحقیقی مقالہ مذکورہ کتاب کا مکمل رد نہیں ہے بلکہ اس کتاب کے دوسرے باب کے تحقیقی جائزے پر مشتمل ہے در حقیقت یہی اس کتاب کا مرکزی باب ہے، جس میں ان کے اکابرین کی گستاخانہ عبارتوں پر اعلیٰ حضرت اور علمائے حرمین شریفین کے دیے گئے کفریہ فتووں کے سلسلے میں خوب واویلا مچایا گیا ہے۔ باقی دیگر ابواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلی قدس سرہ (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) کی ذات گرامی سے شدید تعصب و نفرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے غیر علمی انداز میں اعتراضات کیے گئے ہیں۔

صاحبِ کتاب نے اپنے اکابرین کی گستاخانہ عبارتوں کا دفاع کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، اور انھیں اعلیٰ حضرت کی گرفت سے آزاد کرانے کے لیے مچل ہی تو گئے ہیں کہ یہ گستاخانہ عبارتیں نہیں ہیں۔ اصل صورتِ حال تو زیرِ نظر تالیف کے مطالعے سے بخوبی واضح ہو جائے گی۔

فاضل مقالہ نگار نے جذبات کی رو میں بہنے کی بجائے دانش مندی سے کام لیا ہے۔ اور اصل نزاع "گستاخانہ عبارتوں کی تکفیر" تک ہی اپنے خامۂ حق نگار کو محدود رکھا ہے۔ بلاشبہ موضوع کی نزاکت اسی کی متقاضی تھی کہ تمام تر سنجیدگی اور دانش مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے علمی انداز میں اس کا جواب دیا جائے۔

جہاں تک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی پر اعتراضات کے جواب کا تعلق ہے تو عرض کر دوں کہ ماہرین رضویات ایسے تمام اعتراضات کا جواب پہلے ہی دے چکے ہیں اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔ انشاءاللہ۔

آپ کی حیات و خدمات کے تقریباً ہر گوشے پر پاک و ہند کے بلند پایہ اسکالرز قلم اٹھا چکے ہیں۔ ان پر پاک و ہند کی کئی جامعات میں پی ایچ ڈی اور ایم فل کے مقالات لکھے جا چکے ہیں اور کئی ایک تو چھپ چکے

لکھی گئی ہے لہٰذا ضروری تھا کہ اس سے متعلق معروضات بھی سندھی زبان میں پیش کی جائیں۔ مگر چوں کہ متنازع اصل عبارات اردو میں ہیں لہٰذا ہم نے اس کا تحقیقی جائزہ اردو اور سندھی دونوں زبانوں میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ حسنِ اتفاق سے ہمارے فاضل مؤلف کی مادری زبان بھی سندھی ہے اور ان کے لیے اس مقالے کا ترجمہ کرنا چنداں دشوار نہ تھا لہٰذا آج کل وہ اس مقالے کو آسان سندھی زبان میں منتقل ——— کر رہے ہیں جسے ہم

ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات کے سلسلے میں مرکزی مجلس رضا لاہور اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی خدمات یقیناً لائق رشک ہیں۔ پیر زادہ علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب اعلیٰ حضرت کے حوالے سے پیش کیے گئے کاموں کی تفصیل بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ :

> "آج فاضل بریلوی علیہ الرحمہ (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء) کے وصال کو ۷۶ سال گزر چکے ہیں۔ آپ پر لکھی جانے والی کتابوں کی تعداد تین ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔ آپ کے افکار و نظریات پر کام کرنے والے تین سو ادارے دنیا بھر میں مختلف ممالک میں کام کر رہے ہیں۔ لاہور کا صرف ایک ادارہ 'مرکزی مجلس رضا' اب تک نو لاکھ پچاس ہزار کتابیں شائع کر کے مفت تقسیم کر چکا ہے۔ 'رضا اکیڈمی اسٹاک پورٹ' برطانیہ میں فاضل بریلوی کی تصانیف کے انگریزی ایڈیشن پھیلا رہی ہے۔ 'تحریکِ فکر رضا' اور 'رضا اکیڈمی' سارے ہندوستان میں افکار رضا کے ترجمان بن کر قائم و دائم ہیں"۔

(اداریہ ملخصاً، "جہان رضا"، لاہور، شمارہ ۶۴، جون جولائی، ۱۹۹۷ء)

علاوہ ازیں پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مد ظلہ العالی نے جس خصوصیت کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات کو اپنی تحقیقاتِ عالیہ کا مستقل موضوع بنایا ہے اس کی ایک دنیا معترف ہے۔ استنبول، جامعہ الازہر، کویت، کے علاوہ کئی یورپی ممالک سے اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات پر بے نظیر تحقیقات و مطبوعات سامنے آرہی ہیں۔ بے شک ہر طرف سے اس مرد حق پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کیے جا رہے ہیں :ـ

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں

اور

جھوم جھوم اٹھے ہیں افکار رضا سے گلستاں

ناچیز : شاہ انجم بخاری عفی عنہ۔

انشاء اللہ مستقبل قریب میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ زیر نظر تالیف میں آسان اور عام فہم زبان استعمال کی گئی ہے۔ بعض ادق علمی اصطلاحات کے ضمن میں بھی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ پڑھنے والے کو ان کا مفہوم باآسانی سمجھا دیا جائے۔ چناں چہ اس سلسلے میں اگر پھر بھی کوئی مشکل درپیش ہو تو علمائے کرام سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

اگر چہ اردو زبان میں ان گستاخانہ عبارتوں کے جولبات متعدد بار پیش کیے جا چکے ہیں اور اس سلسلے میں کی گئیں تحقیقات و تالیفات بھی موجود ہیں مگر زیرِ نظر تالیف نہایت آسان اور عام فہم انداز میں پیش کی گئی ہے۔ خاص طور پر ایسی صورتِ حال میں جب کہ عربی، فارسی تو کجا انگریزی خواں طبقہ "اردو" کا بھی شاکی نظر آتا ہے۔ چناں چہ اکثر مشاہدہ ہوا ہے کہ انگلش میڈیم اسکولوں اور کالجوں کے فارغ التحصیل طلبہ تو اردو کے مشکل الفاظ کا رونا روتے ہی نظر آتے ہیں۔

زیرِ نظر تالیف اس لحاظ سے بھی قابلِ تعریف ہے کہ اس میں عام قارئین کی مذکورہ بالا مشکلات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حتی الامکان ثقیل الفاظ سے گریز کیا گیا ہے اور سلیس زبان میں مفہوم ادا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس تحقیقی جائزے پر مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی جانب سے فاضل مؤلف کو مبارک باد پیش کی جاتی ہے اور دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور اسے روزِ جزا کا سامان بنائے۔ آمین ہمیں امید ہے کہ فاضل مؤلف اسی طرح قلمی جہاد میں مصروف رہ کر لاکھوں غافلوں کی اصلاح اور دین حنیف کی نصرت کا باعث بنیں گے: ع

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

وصلی اللہ علیٰ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ٥

ناچیز شاہ انجم بخاری عفی عنہ،

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریمO

"افتتاحیہ"

تمام تعریف اس اللہ کی جو تمام عالمین کا رب ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں وہ بے مثل ہے کوئی شے اس جیسی نہیں۔ اور بے حد و حساب رحمتیں اور سلام اس ہستی پر جو عالمین کے لیے سراسر رحمت ہے، مخلوقات میں کوئی اس جیسا نہیں جو مطلع علی الغیب ہیں اور اس کی اہل اور آل پر اور تمام صحابہؓ پر جو ہدایت کے ستارے اور سفینۂ نجات ہیں۔

اعمال کی بقا کا مدار

حدیث رسول ﷺ ہے کہ "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص وہی کچھ پائے گا جو اس نے نیت کی ہو گی" (صحیح بخاری) یعنی عمل کی سزا و جزا نیت کے مطابق ملتی ہے۔ اگر عمل اخلاص سے کیا گیا اور اس کے پیچھے نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ راضی ہوں (واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ، سورۃ التوبہ نمبر ۶۲) تو وہ عمل مقبول ہے، ورنہ مردود۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نیک اعمال کے حصول کا دارومدار اچھی نیت پر ہے۔ مگر

صرف نیک اعمال کو حاصل کرنا یا ان کو اپنے نامہ اعمال میں درج کروانا ہی نجات کا ضامن نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ اعمال مرتے دم تک باقی بھی رہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی تمام عمر اخلاص کے ساتھ اعمال کرتا رہے مگر مرنے کے بعد جب دیکھے تو تمام دفتر خالی۔ کیا ایسا ممکن ہے ؟ جی ہاں ! بالکل ممکن ہے اگر احترام نبویؐ میں ذرا سی بھی کمی آئے یا شانِ رسالت میں معمولی سی بھی تنقیص ہو جائے تو تمام اعمال اس طرح برباد ہو جاتے ہیں کہ خبر بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ قرآن حکیم کی شہادت ملاحظہ ہو :

" یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ o

ترجمہ : اے ایمان والو ! اپنی آوازیں نبی پاکؐ کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ اس سے بلند آواز سے گفتگو کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمھارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔ (سورۃ الحجرات آیت نمبر ۲)

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ احترام نبویؐ اعمال کے باقی رہنے کا ضامن ہے۔ اگر اس میں کوئی کمی آجائے، یا نادانستہ مقام رسالت کی توہین یا تنقیص ہو جائے تو سزا کے طور پر نہ صرف تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں بلکہ ایمان کفر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

موہم تحقیر الفاظ کے بارے میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی رائے :

چنانچہ دیوبندی مکتبہ فکر کے قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں :

"جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے"

(لطائف رشیدیہ ص نمبر ۲۲، بحوالہ الشہاب الثاقب از مولوی حسین احمد مدنی ص ۲۳۶)

ملاحظہ فرمایئے نادانستہ بھی اگر اس دربار میں توہین یا تحقیر ہو جائے تب بھی یہ سزا ملتی ہے۔ یعنی وہ الفاظ جو تحقیر آمیز نہ ہو مگر بادی النظر دیکھنے سے یا قاری پہ پہلا تاثر یہ مرتب ہو کہ الفاظ توہین آمیز ہیں تب بھی کہنے والے کے لیے کفر کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ کوئی معمولی

بارگاہ نہیں ہے:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرشِ نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید این جا

سبب تالیف

یہی احترام نبویؐ اس تحریر کے لکھنے کا محرک بنا تا کہ جو نہیں سمجھتے ان کو ایک بار مزید سمجھایا جائے اور ان پر دلائل سے واضح کیا جائے کہ ان عبارتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اپنی توانائی اور وقت کیوں برباد کرتے ہو۔ جو نہ صرف متنازعہ ہیں بلکہ جن سے صریحاً توہین رسالت کی بو آتی ہے اور جن کو دفن کر دینا ہی بہتر ہے نہ کہ ان کی تائید و حمایت پر کمر بستہ ہو جانا۔ چنانچہ راقم کو سندھی زبان میں تحریر کردہ اسی قسم کی ایک ضخیم کتاب بعنوان "بریلوی کیوں نہ بنا" دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس کے مصنف حافظ غلام محمد میمن ہیں۔ یہ بزرگ ریٹائرڈ معلم ہیں اور عمر عزیز ستر سال سے تجاوز کر چکی ہے۔

مقام حیرت ہے کہ جس عمر میں عموماً انسان یاد اللہ میں مصروف رہتا ہے اور آخرت کی تیاری میں لگا رہتا ہے اور اس کو صرف اور صرف اپنی نجات کی فکر ہوتی ہے۔ اس وقت ایسی عبارات کی حمایت میں توانائی اور سرمایہ صرف کرنا جن پر نہ صرف برصغیر کے علماء نے بلکہ علماء حرمین شریفین نے بھی کفر کے فتوے صادر فرمائے تھے۔ اب چاہے ان عبارات کے مصنفین کی نیت تحقیر کی نہ ہو۔ مگر ان عبارات کے الفاظ موہم تحقیر ضرور ہیں جن کو جب بھی مسلکی عصبیت سے الگ ہو کر دیکھا جائے گا، تحقیر و توہین ضرور محسوس ہوگی۔

اس وقت جب مسلمانانِ عالم دنیا میں ہر طرف سے دبائے اور مٹائے جا رہے ہیں کیا یہ مناسب ہے کہ ایسی کتابیں شایع کی جائیں اور ان میں ایسی عبارات کی حمایت میں لکھا جائے، جن سے عظمت مصطفیٰؐ داغ دار ہو رہی ہو؟ کیا اس سے مسلمانوں کے اتحاد کو نقصان نہیں پہنچے گا؟ کیا وہ مزید اختلاف و انتشار کا شکار نہیں ہوں گے؟ اور کیا اس طرح سے استعماریت کے مقاصد پورے نہیں ہوں ہے۔

استعماریت کی سازش

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان گستاخانہ عبارات کے پیچھے استعماریت کا ہاتھ تھا۔ وہ مسلمانوں کے دو جذبات سے خوفزدہ تھے ایک جذبہ جہاد، دوسرا عشق مصطفیٰ ﷺ، جذبہ جہاد سے مسلمان دنیا میں سرخرو تھے، اور عشق مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی ان کو متحد و یکجا رکھے ہوئے تھی۔

چنانچہ انھی دو حقیقی جذبات میں دراڑیں ڈالی گئیں۔ ایک طرف جھوٹے مدعی نبوت کے ذریعہ جہاد بالسیف کی نفی کی گئی جس سے امت تقسیم ہو گئی، دوسری طرف مقام مصطفیٰ ﷺ کی تنقیص میں ایسی ایسی عبارات تحریر کروائی گئیں کہ جس کی مثال اسلامی تاریخ میں کبھی نہیں ملے گی یعنی مسلم علماء کے قلم سے عظمتِ مصطفیٰ ﷺ میں توہین و تنقیص کی جسارت۔

استعمار کی اس سازش کا ایک مرکز برصغیر تھا جہاں مسلمانوں کی سب سے زیادہ آبادی تھی دوسرا مرکز مشرقِ وسطیٰ، جہاں ان کے مقامات مقدسہ موجود تھے۔

چنانچہ ایک طرف برصغیر میں دعویٰ نبوت اور عبارات کفریہ کی وجہ سے مذہبی انتشار برپا کر دیا گیا تو دوسری طرف خلافت اسلامیہ کی پیٹھ میں خنجر گھونپا گیا۔ اور اس سازش کے آلہ کار خود مسلمانوں کو بنایا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت اسلامیہ ختم ہو گئی اور اسلامی ممالک کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دیے گئے اور ان کے بیچ ارض مقدس فلسطین میں صیہونی ریاست قائم کر دی گئی اور ہمیشہ کے لیے اس کی جائز و ناجائز حمایت و نصرت کا عزم کیا گیا۔ اسی طرح حرمین شریفین پر ایسی حکومت قائم کر دی گئی جس کے علماء مسلمانوں کے سواد اعظم سے مختلف عقائد رکھتے تھے اور مذہبی تشدد میں انتہائی سخت تھے۔

اسی سازش کو علمائے حق نے اپنی فراست ایمانی سے محسوس کر لیا اور اس کے سدباب کے سلسلے میں خود کو وقف کر دیا۔ انھوں نے تحریر و تقریر کے ذریعہ سے مسلمانوں کو عظمت مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ رکھا اور استعمار کے ایجنٹوں کی کارستانی سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ بس یہی ان کا قصور تھا۔ جس کی وجہ سے ان کو اسود الکاذب، مفتری الکاذب، مجدد الضالین، مجدد التضلیل، مجدد الدجالین اور نہ جانے کیسے کیسے قبیح القابات سے نوازا گیا۔ مگر یہ مخالفت ان کے لیے صد افتخار ہے کہ فخر موجودات ﷺ کے مقام اقدس کی حمایت کرنے کی وجہ سے ان کو برا بھلا کہا

گیا۔ اور یہ کام عربی، اردو، دونوں زبانوں میں کیا گیا۔

اب ایک بار پھر بزبان سندھی ان عاشقانِ صادق کے خلاف محاذ کھولا گیا ہے۔ اور روح ابلیس کو خوش کیا گیا ہے۔ بطور عنوانات ان کی کتاب کے چار حصے ہیں۔ پہلے حصے میں مصنف کی اپنی سوانح حیات ہے۔ دوسرے حصے میں کفریہ عبارات کی حمایت میں پورا زور صرف کیا گیا ہے تاکہ کسی طرح سے ان کو غیر توہین آمیز ثابت کر کے ان کے مصنفین پر سے کفر کے فتوے دور کیے جائیں۔ تیسرے حصے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کی مخالفت برائے مخالفت ہے اور مسلکی عصبیت کی وجہ سے مصنف کو ان کے مثبت علمی کارناموں میں بھی کیڑے نظر آرہے ہیں۔ چوتھا حصہ تصوف کے تعارف کے بارے میں ہے جس کا بظاہر کتاب کے عنوان کی مناسبت سے کوئی ربط نہیں مگر پھر بھی لکھا گیا ہے۔

یہ تحریر مذکورہ کتاب کے دوسرے حصے کے تحقیقی جائزے پر مشتمل ہے تاکہ ان کفریہ عبارات کی سنگینی کو دلائل کے ساتھ کھل کر بیان کیا جائے۔ باقی رہا اعلیٰ حضرت کی ذات اور ان کے علمی کارناموں پر تنقید کا جواب تو یقیناً کوئی نہ کوئی ماہر رضویات ضرور اس خصومت کا دندان شکن جواب لکھے گا۔ بلکہ اردو زبان کے ساتھ ساتھ عربی زبان میں بھی ان اعتراضات کے جوابات پہلے سے موجود ہیں۔

کتاب کی ترتیب

اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

حصہ اول: اس میں تحذیر الناس مؤلفہ مولوی محمد قاسم نانوتوی کی عبارات کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

حصہ دوم: اس حصہ میں براہین قاطعہ مؤلفہ مولوی خلیل احمد سہارنپوری کی عبارات کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

حصہ سوم: اس حصہ میں حفظ الایمان مؤلفہ مولوی اشرف علی تھانوی کی کفریہ عبارت کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

چونکہ حامیان عبارات کفریہ کو یہ عام شکایت رہتی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ان